شرعاً اس سے مراد وہ غائب شخص ہے جس کا حال معلوم نہ ہو کہ آیا زندہ ہے' جس کے آنے کی امید نہ ہو یا مر کر سپردِ لحد ہو گیا ہے"۔

ابن عابدین لکھتے ہیں: "میں کہتا ہوں کہ بظاہر مکان سکونت کا علم اس کی موت و حیات کے علم کو مستلزم ہے۔ اور اس کا عدم علم' موت و حیات کے عدم علم کو مستلزم ہے۔ لیکن اگر اس کی جائے قیام تو دار الحرب میں معلوم ہو' مگر اس کے حالات معلوم نہ ہوں کہ زندہ ہے یا مر گیا ہے' تو بے شک یہ بھی مفقود الخبر ہے"۔

زوجہ "مفقود الخبر" کے بارے میں مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ چار سال کے بعد یا' بعض صورتوں میں ایک سال کے بعد' اس کا نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ مدت اس وقت سے شروع ہو گی جس وقت زوجہ مفقود کی درخواست پر قاضی مجاز نے فسخ نکاح کے لیے یہ مدت مقرر کی ہو۔ اس مدت کے بعد عدت گزار کر وہ نکاح ثانی کر سکے گی۔ علماے دیوبند ؒ نے مالکیہ کے مسلک پر فتویٰ دے دیا ہے۔ اس فتوے اور مالکیہ کے مسلک کی تفصیلات کے لیے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ نے "الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزۃ" کے نام سے مستقل رسالہ لکھا ہے' جس پر تقریباً تمام اکابر علماے دیوبند کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔

لیکن زید کے مفقود الخبر ہونے پر میں مطمئن نہیں ہوں اس لیے اس لڑکی پر مفقود الخبر کی زوجہ کے احکام کا اطلاق کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ البتہ فسخ نکاح کی ایک دوسری صورت بھی ہے۔

لڑکی اگر ڈھاکے سے اپنے شوہر کی اجازت اور رضامندی سے کراچی آئی تھی' جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے' تو پھر اس کے اخراجات اور حقوق زوجیت شوہر پر واجب ہیں۔ اخراجات کی وصولی چونکہ بظاہر ناممکن ہے اس لیے مالکیہ اور حنابلہ کے مسلک کے مطابق وہ فسخ نکاح کی مستحق ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ کے مسلک کے مطابق 'مسلمان جج' جو شرعی احکام پر فیصلہ کرتا ہو' یا بصورت دیگر دیانت دار اور عادل مسلمان علما کی ایک مجلس (پنچایت)' عورت کی درخواست پر نکاح فسخ کر سکتی ہے اور وہ فسخ نکاح کے فیصلے کے بعد عدت گزار کر نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ علماے دیوبند ؒ نے شدید ضرورت کے وقت اس مسلک پر فتویٰ دے دیا ہے' اور بوقت ضرورت ایک فقہی مسلک سے دوسرے فقہی مسلک کی طرف رجوع کرنا ابن الہمام حنفی نے فتح القدیر میں اور علامہ شامی نے بھی جائز قرار دیا ہے۔

اس لیے لڑکی عدالت میں یا علما کی پنچایت میں' جس کے ارکان کم از کم تین ہونے چاہییں' حقوق زوجیت کی عدم ادائیگی کی بنا پر فسخ نکاح کی درخواست دائر کرے' اور عدالت یا پنچایت ضروری تحقیق کے بعد فسخ نکاح کا فیصلہ دے دے۔ فیصلے کے بعد عدت گزر جائے تو جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

اگر اس کا شوہر زید فیصلے سے پہلے یا فیصلے کے بعد عدت کے دوران آگیا تو بیوی اسی کی رہے گی۔ لیکن اگر عدت گزر جانے کے بعد آیا، تو فسخ نکاح اور عدت کے گزر جانے کی وجہ سے اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے، بیوی اسے نہیں ملے گی۔ وہ آزاد ہوگی جس سے چاہے نکاح کرے، نئے شوہر سے یا پرانے شوہر سے۔ (گ ۔ د)

اعضا کی پیوند کاری

ترجمان القرآن، مارچ ۱۹۹۵ میں 'اعضا کی پیوند کاری کے مسئلہ پر' شائع ہونے والے ایک مقالے میں فاضل مصنف نے اپنے دلائل کے حق میں سلف کی حدیث و فقہ کی مستند کتابوں سے بے شمار حوالے دیے ہیں۔ ان میں سے دو حوالوں پر چار پانچ قارئین نے اپنے اضطراب کا اظہار کیا ہے۔ ان میں سے بعض قارئین کی نظر میں مدیر کو ان حوالوں کو حذف کر دینا چاہیے تھا کیونکہ یہ سخت قابل اعتراض ہیں، ایسی چیزیں بطور حوالہ بھی ترجمان میں چھپنا ہی نہ چاہییں۔ ایک صاحب کی نظر میں ان حوالوں کو نقل کر کے مدیر نے اہانت انبیا کا ارتکاب کیا ہے، بعض نے اس معاملے کو اس طرح لیا ہے کہ گویا قرطبی جیسے جید علما کے حوالے دراصل ترجمان کی رائے یا مدیر کے فتوی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بعض کی نظر میں کسی اجتہادی مسئلے پر اختلافی آرا نقل کرنا ترجمان جیسے عوامی پرچے کی شان کے خلاف ہے، اور کنفیوژن پیدا کرتا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ مجموعی طور پر معاملے کی وضاحت کر دوں۔

۱۔ یہ ایک مذاکرہ تھا۔ ایک مقالہ پیوند کاری کے خلاف تھا، ایک حق میں۔ مقالے کا موضوع بہرحال استدلال کے لیے دیا ہوا کوئی حوالہ نہ تھا، پیوند کاری تھا۔ اپنے موقف کی تائید میں جو دلیل لائی جائے، اگر وہ مستند کتابوں سے نقل ہو، اس پر صاحب تحریر کو بھی ملزم نہیں گردانا جاسکتا، کجا کہ مدیر کو۔ اگر صرف حوالہ نقل کرنا گناہ اور قابل اعتراض ہو تو علمی بحث، اس کے لیے سلف کی کتابوں سے حوالے، ان کی اشاعت، سب کے دروازے بند ہو جائیں گے۔

۲۔ یہ مقالہ لکھنے والے ایک جید عالم ہیں، ایک بہت بڑی دینی درس گاہ کے صدر مدرس۔ یہ مقالہ جس مجلس میں پڑھا گیا وہاں ہر مکتب فکر کے علما کثیر تعداد میں موجود تھے۔ یہ جس کتاب میں شائع ہوا، وہ کثیر تعداد میں پھیل چکی ہے۔ جو اعتراضات آپ کے دل میں آئے، جو نتائج آپ نے نکالے، میرے علم کی حد تک وہ اعتراضات اور نتائج کہیں کسی نے بھی نہیں اٹھائے۔

۳۔ حوالے، جو فاضل مصنف نے بھی صرف نقل کرنے کے "جرم" کا ارتکاب کیا ہے، سلف کے جید علما کی مستند کتابوں میں سے ہیں۔ ایک حوالہ خلاصۃ الفتاوٰی سے ہے، اور دوسرا قرطبی کی